حاضروناظر کی بحث

اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں

مقدمہ

حاضر و ناظر کی لغوی اور شرعی معنی کی تحقیق میں

حاضر کی لغوی معنی ہیں: سامنے موجود ہونا یعنی غائب نہ ہونا۔ المصباح المنیر میں ہے: حاضر

حضرة مجلس القاضی و حضر الغائب حضورا قدم من غیبته o

منتھی الارب میں ہے: حاضر حاضر شوندہ۔ ناظر کے چند معنی ہیں: دیکھنے والا آنکھ کا مل، نظر، ناک کی رگ، آنکھ کا پانی، المصباح المنیر میں ہے:

والناظر السوادالا صغر من العین الذی یبصر به الانسان شخصه o

قاموس اللغات میں ہے:

والناظر السواد فی العین او البصر بنفسه و عرق فی الانف و فیه ماء البصر o

مختار الصحاح میں ابن ابی بکر رازی فرماتے ہیں:

الناظر فی المقلة السوادالا صغر الذی فیه ماء العین o

جہاں تک ہماری نظر کام کرے وہاں تک ہم ناظر ہیں اور جس جگہ تک ہماری دسترس ہو کہ تصرف کرلیں وہاں تک ہم حاضر ہیں۔ آسمان تک نظر کام کرتی ہے وہاں تک ہم ناظر یعنی دیکھنے والے ہیں مگر وہاں ہم حاضر نہیں کیونکہ وہاں دسترس نہیں۔ اور جس حجرے یا گھر میں ہم موجود ہیں وہاں حاضر ہیں کہ اس جگہ ہماری پہنچ ہے۔ عالم میں حاضروناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے اور دور وقریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرے اور صدکوس پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے۔ یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ ہو یا اسی جسم سے ہو جو قبر میں مدفون ہو یا کسی جگہ موجود ہے ان سب معنی کا ثبوت بزرگان دین کے لیے قرآن وحدیث واقوال علماء سے ہے۔

پہلا باب

حاضر وناظر کے ثبوت میں اس میں پانچ فصلیں ہیں

پہلی فصل

آیات قرآنیہ سے ثبوت

(۱) یایھا النبی ان ارسلنک شاھداو مبشراو نزیراo وداعیا الی اللہ باذنہٖ وسراجا منیراo (احزاب:۴۶)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے بیشک ہم نے تم کو بھیجا حاضر وناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

شاہد کے معنی گواہ بھی ہو سکتے ہیں اور حاضر و ناظر بھی، گواہ کو شاہد اس لیے کہتے ہیں کہ وہ موقع پر حاضر تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و اسلام کو شاہد یا تو اس لیے فرمایا گیا کہ آپ دنیا میں عالم غیب کی دیکھ کر گواہی دے رہے ہیں۔ ورنہ سارے انبیاء گواہ تھے یا اس لیے کہ قیامت میں تمام انبیاء کی عینی گواہی دیں گے۔ یہ گواہی بغیر دیکھے ہوئے نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح آپ کا مبشر اور نذیر اور داعی الی اللہ ہونا ہے کہ سارے پیغمبروں نے یہ کام کئے مگر سن کر، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھ کر۔ اسی لیے معراج صرف حضور کو ہوئی۔ سراج منیر آفتاب کو کہتے ہیں وہ بھی عالم میں ہر جگہ ہوتا ہے گھر گھر میں موجود۔ آپ ہر جگہ موجود ہیں۔ اس آیت کے ہر کلمہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاضر وناظر ہونا ثابت ہے۔

(۲) و کذلك جعلنکم امة وسطا لتکونوا شھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداo (بقرہ:۱۴۳)

ترجمہ: اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ۔

(۳) فکیف اذا جئنا من کل امة بشھید و جئنا بك علی ھولاء شھیداo (النساء:۴۱)

ترجمہ: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب! تم ان سب پر گواہ ونگہبان بنا کر لائیں۔

ان آیتوں میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن دیگر انبیاء کی امتیں عرض کریں گی کہ ہم تک تیرے پیغمبروں نے تیرے احکام نہیں پہنچائے تھے۔انبیاء کرام عرض کریں گے کہ ہم نے احکام پہنچا دیے تھے اور اپنی گواہی کے لیے امت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیش کریں گے۔ان کی گواہی پر اعتراض ہوگا کہ تم نے ان پیغمبروں کا زمانہ نہ پایا۔تم بغیر دیکھے کیسے گواہی دے رہے ہو؟ یہ عرض کریں گے کہ ہم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گواہی لی جاوے گی۔آپ دو گواہیاں دیں گے ایک تو یہ کہ نبیوں نے تبلیغ کی۔دوسری یہ کہ میری امت والے قابل گواہی ہیں،بس مقدمہ ختم،انبیاء کرام کے حق میں ڈگری۔اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گزشتہ انبیاء کی تبلیغ اور آئندہ اپنی امت کے حالات کو خود چشم حق بین سے ملاحظہ نہ فرمایا تھا تو آپ کی گواہی پر جرح کیوں نہ ہوئی؟ جیسی کہ امت کی گواہی پر جرح ہوئی تھی۔معلوم ہوا کہ یہ گواہی دیکھی ہوئی تھی اور پہلی سنی ہوئی۔اس سے آپ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا۔اس آیت کی تحقیق ہم بحث علم غیب میں کر چکے ہیں۔

(۴) لقد جآء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم o (توبہ:۱۲۸)

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

اس آیت سے تین طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے ایک یہ کہ جآء کم میں قیامت تک کے مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہر جگہ موجود ہیں۔دوم یہ فرمایا گیا:من انفسکم تمہاری نفسوں میں سے ہیں یعنی ان کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور رونگٹے رونگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے۔ایسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں۔

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظریوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جاں
ہیں مجھ میں و لیکن مجھ سے نہاں اس شان کی جواہ نمائی ہے!

اگر آیت کے صرف یہ معنی ہوتے کہ وہ تم میں سے انسان ہیں تو منکم کافی تھا من انفسکم کیوں ارشاد ہوا؟ تیسرے یہ کہ فرمایا گیا:عزیز علیہ ما عنتم "ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔"جس سے معلوم ہوا کہ ہماری راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور کو خبر ہے تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر

ہی نہ ہو تو تکلیف کیسی؟ یہ کلمہ بھی حقیقت میں انفسکم کا بیان ہے کہ جس طرح جسم کے کسی عضو کو دکھ ہو تو روح کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح تم کو دکھ درد ہو تو آقا کو گرانی، اس کرم کے قربان ﷺ

(۵) ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جآءوک فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما o (النساء:۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمادیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ گاروں کی بخشش کی سبیل صرف یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت مانگیں۔ اور حضور کرم کریمانہ سے شفاعت فرمادیں۔ اور یہ تو مطلب ہوسکتا نہیں کہ مدینہ پاک میں حاضر ہوں۔ ورنہ پھر ہم فقیر پردیسی گناہ گاروں کی مغفرت کی کیا سبیل ہوگی اور مالدار بھی عمر میں ایک دو بار ہی پہنچتے ہیں اور گناہ دن رات کرتے ہیں۔ لہٰذا تکلیف مافوق الطاقت ہوگی۔ لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ وہ تو تمہارے پاس موجود ہیں تم غائب ہو تم بھی حاضر ہو جاؤ کہ ادھر متوجہ ہو جاؤ۔

یار نزدیك ترا زمن بمن است   دین عجب بین کہ من از وے دورم

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر ہیں۔

(۶) وما ارسلنك الا رحمة للعلمین o (انبیاء:۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

پھر فرماتا ہے:

(۷) ورحمتی وسعت کل شیء o (اعراف:۱۵۶)

ترجمہ: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جہانوں کے لیے رحمت ہیں اور رحمت جہانوں کو محیط لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جہانوں کا محیط، خیال رہے کہ رب کی شان ہے رب العالمین، حبیب کی شان ہے رحمۃ للعالمین معلوم ہوا کہ اللہ جس کا رب ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے لیے رحمت۔

(۸) ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم o (انفال:۳۳)

ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔
یعنی عذاب الٰہی اس لیے نہیں آتا ہے کہ ان میں آپ موجود ہیں اور عام عذاب تو قیامت تک کسی جگہ بھی نہ آوے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت تک ہر جگہ موجود ہیں۔ بلکہ روح البیان میں فرمایا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سعید وشقی کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس کا ذکر تیسری فصل میں آتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

(۹) واعلموا ان فیکم رسول اللہ o (حجرات:۷)

ترجمہ: جان لو کہ تم سب میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔
یہ تمام صحابہ کرام سے خطاب ہے، اور صحابہ کرام تو مختلف جگہ رہتے تھے معلوم ہوا کہ حضور سب جگہ ان کے پاس ہیں۔

(۱۰) وکذلك نری ابراھیم ملکوت السموت والارض o (انعام:۷۵)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔
اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رب نے تمام عالم بچشم سر ملاحظہ کرادیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ ان سے اعلیٰ ہے لہٰذا ضروری ہے کہ آپ نے بھی عالم کا مشاہدہ فرمایا ہو۔ اس آیت کی تحقیق بحث علم غیب میں گزر گئی۔

(۱۱) الم ترکیف فعل ربك باصحب الفیل o (الفیل:۱)

ترجمہ: اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔

(۱۲) الم ترکیف فعل ربك بعاد o (فجر:۶)

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا۔
قوم عاد اور اصحاب فیل کا واقعہ ولادت پاک سے پہلے کا ہے مگر فرمایا جاتا ہے الم تر کیا آپ نے نہ دیکھا یعنی دیکھا ہے اگر کوئی کہے کہ قرآن کریم کفار کے بارے میں فرماتا ہے:

الم یرواکم اھلکنا من قبلھم من قرن o (انعام:۶)

ترجمہ: کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں۔
کفار نے اپنے سے پہلے کفار کو ہلاک ہوتے نہ دیکھا تھا۔ مگر فرمایا گیا کہ کیا نہ دیکھا انہوں نے تو اس کا جواب یہ

ہے کہ اس آیت میں ان کفار کے اجڑے ہوئے ملک اور تباہ شدہ مکانات کا دیکھنا مراد ہے اور چونکہ کفار مکہ اپنے سفروں میں ان مقامات میں سے گزرتے تھے۔اس لیے فرمایا گیا کہ یہ لوگ ان چیزوں کو دیکھ کر عبرت کیوں نہیں پکڑتے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ تو ظاہر میں دنیا کی سیاحت فرمائی اور نہ قوم عاد وغیرہ کے اجڑے ہوئے ملکوں کو بظاہر دیکھا۔اس لیے ماننا ہوگا کہ یہاں نورِ نبوت سے دیکھنا مراد ہے۔

(۱۳) قرآن کریم جگہ جگہ اذ فرماتا ہے۔واذقال ربك للملئكة(بقرہ:۳۰) جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا۔واذقال موسی لقومه(بقرہ:۵۴)"جبکہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے کہا" وغیرہ وغیرہ۔اس جگہ مفسرین محذوف نکالتے ہیں اذكر یعنی اس واقعہ کو یاد کرو اور یاد وہ چیز دلائی جاتی ہے جو پہلے سے دیکھی بھالی ہو اور ادھر توجہ نہ ہو۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام گزشتہ واقعات حضور کے دیکھے ہوئے ہیں۔روح البیان نے لکھا ہے کہ حضرت آدم کے سارے واقعات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مشاہدہ فرما رہے تھے اس کا ذکر آگے آتا ہے۔اگر کوئی کہے کہ بنی اسرائیل سے بھی خطاب ہے:واذنجينكم من ال فرعون (بقرہ:۴۹)"اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی تھی۔"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے یہودی اس زمانہ میں کہاں تھے مگر مفسرین یہاں بھی اذكروا محذوف نکالتے ہیں۔جواب دیا جاوے گا کہ ان بنی اسرائیل کو تاریخی واقعات معلوم تھے۔کتب تواریخ پڑھی تھیں۔اس طرف ان کو متوجہ کیا گیا۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ کسی سے پڑھا نہ کتب تاریخ کا مطالعہ فرمایا اور نہ کسی مؤرخ کی صحبت میں رہے،نہ تعلیم یافتہ قوم میں پرورش پائی اب آپ کو بجز نور نبوت علم کا ذریعہ کیا تھا۔

(۱۴) النبی اولی بالمومنين من انفسهم ○(احزاب:۶)

ترجمہ: نبی مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔

مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند تحذیر الناس صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اولیٰ کے معنی قریب تر ہیں۔تو آیت کے معنی ہوئے:"نبی مسلمانوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں" سب سے زیادہ قریب ہم سے ہماری جان اور جان سے بھی قریب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور زیادہ قریب چیز بھی چھپی رہتی ہے۔اسی زیادتی قرب کی وجہ سے آنکھ سے نظر نہیں آتے۔

تنبیہ اس جگہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم مقلد ہو اور مقلد کو آیات یا احادیث سے دلیل لینا جائز نہیں وہ تو قول امام پیش کرے۔لہٰذا تم صرف امام ابوحنیفہ رحمتہ علیہ کے قول ہی پیش کر سکتے ہو۔اس کا جواب چند طرح سے

ہے:ایک یہ کہ آپ خود حاضر وناظر نہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔اس بارے میں امام صاحب کا قول پیش کریں،دوسرے یہ کہ ہم تقلید کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ مسئلہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی۔ بلکہ مسائل فقہیہ اجتہادیہ میں ہوتی ہے۔یہ مسئلہ عقیدہ کا ہے۔تیسرے یہ کہ صریح آیات واحادیث سے مقلد بھی استدلال کرسکتا ہے،ہاں ان سے مسائل کا استنباط نہیں کرسکتا۔طحاوی میں ہے:

وما فهم الاحكام من نحو الظاهر والنص والمفسر فليس مختصا به (اى بالمجتهد) بل يقدر عليه العلماء الاعم o

ترجمہ: جو احکام ظاہر نص ومفسر سے سمجھے جاویں وہ مجتہد سے خاص نہیں۔ بلکہ اس پر عام علماء قادر ہیں۔

مسلم الثبوت میں ہے:

وايضا شاع و ذاع احتجاجهم سلفا و خلفا بالعمومات من غير نكير o

ترجمہ: نیز عام آیات سے دلیل پکڑنا خلف وسلف میں بغیر کسی انکار کے شائع ہے۔

دوسری فصل

حاضر و ناظر کی احادیث کے بیان میں

اس میں تمام وہ احادیث پیش کی جاویں گی جو مسئلہ علم غیب میں گزر چکی ہیں۔خصوصاً احادیث نمبر ۶،۷،۱۸،۱۹ جن کا مضمون یہ ہے کہ ہم تمام عالم کو مثل کف دست دیکھ رہے ہیں۔ہم پر ہماری امت اپنی صورتوں میں پیش ہوئی اور ہم ان کے نام،ان کے باپ دادوں کے نام،ان کے گھوڑوں کے رنگ جانتے ہیں وغیرہ وغیرہ،اسی طرح ان کی شرح میں محدثین کے اقوال گزر چکے ہیں وہ پیش کئے جائیں گے،خصوصاً مرقاۃ،زرقانی وغیرہ کی عبارتیں ان کے علاوہ حسب ذیل احادیث اور بھی پیش کی جاویں گی۔

مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے:

(۱) فيقولان ما كنت تقول فى هذا الرجل لمحمد o

ترجمہ: نکرین میت سے پوچھتے ہیں کہ تم انکے (محمد رسول اللہ) کے بارے میں کیا کہتے تھے۔

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے:

يعنى هذا الرجل كه مى گويند آنحضرت رامى خواهند

ترجمہ: ہذا الرجل سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات ہے۔

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے:

یابا حضار ذات شریف وے درعیان به ایں طریق که درقبر مثال از حضرت وے حاضری ساخته باشدو دریں جابشارتے است عظیم مرمشتاقان غمزده راکه گر برامیدایں شادی جاں دهنده و زنده درگور درند جائے دارد۔

ترجمہ: یا قبر میں ظاہر ظہور آپ کی ذات شریف کو حاضر کرتے ہیں اسی طرح کہ قبر میں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا وجود مثالی موجود کردیتے ہیں اور اس جگہ مشتاقان غمزدہ کو بڑی خوشخبری ہے کہ اگر اس شادی کی امید پر جان دے دیں اور زندہ قبروں میں چلے جائیں تو اس کا موقع ہے۔

حاشیہ مشکوٰۃ میں ہی حدیث ہے:

قیل یکشف للمیت حتی یری النبی علیه السلام وھی بشریٰ عظیمة o

ترجمہ: کہا گیا کہ میت سے حجاب اٹھا دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھتا ہے اور یہ بڑی ہی خوشخبری ہے۔

قسطلانی شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۹۰ کتاب الجنائز میں ہے:

فقیل یکشف للمیت حتی یری النبی علیه السلام وھی بشریٰ عظیمة للمومن ان صح o

ترجمہ: کہا گیا کہ میت سے حجاب اٹھا دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ نبی کریم ﷺ کو دیکھتا ہے اور یہ مسلمان کے لیے بڑی خوشخبری ہے اگر ٹھیک رہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ھذا الرجل معہود ذہنی کی طرف اشارہ ہے کہ فرشتے مردہ سے پوچھتے ہیں کہ وہ جو تیرے ذہن میں موجود ہیں انہیں تو کیا کہتا تھا؟ مگر یہ درست نہیں، کیونکہ ایسا ہوتا تو کافر میت سے سوال نہ ہوتا کیونکہ وہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصور سے خالی الذہن ہے۔ نیز کافر اس کے جواب میں یہ نہ کہتا۔ میں نہیں جانتا بلکہ پوچھتا تم کس کے بارے میں سوال کرتے ہو؟ اس کے ''لا ادری'' کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آنکھوں سے دیکھ تو رہا ہے۔ مگر پہچانتا نہیں اور یہ اشارہ خارجی ہے۔ اس حدیث اور عبارتوں سے معلوم ہوا کہ قبر میں میت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کرا کر سوال ہوتا ہے، کہ تو اس شمس الضحیٰ، بدرالدجی ﷺ کو جو تیرے

سامنے جلوہ گر ہیں، کیا کہتا تھا **ھــــذا** اشارہ قریب ہے۔معلوم ہوا کہ دکھا کر قریب کر کے پھر پوچھتے ہیں۔اسی لیے حضرات صوفیاء کرام اور عشاق موت کی تمنا کرتے ہیں اور قبر کی پہلی رات کو دولہا کے دیدار کی رات کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارا تیرا

مولانا آسی فرماتے ہیں:

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
جس کے جویاں تھے ہے اس گل کی ملاقات کی رات

ہم نے اپنے دیوان میں عرض کیا ہے:

مرقد کی پہلی شب ہے دولہا کی دید کی شب
اس شب پہ عید صدقے اس کا جواب کیسا

اسی لیے بزرگان دین کے وصال کے دن کو روزِعرس کہتے ہیں۔عرس کے معنی ہیں: شادی۔کیونکہ عروس یعنی محمد رسول اللہ دولہا کے دیدار کا دن ہے۔

اور ایک وقت میں ہزار ہا جگہ ہزاروں مردے دفن ہوتے ہیں۔تو اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ناظر نہیں ہیں تو ہر جگہ جلوہ گری کیسی؟ ثابت ہوا کہ حجاب ہماری نگاہوں پر ہے۔ملائکہ اس حجاب کو اٹھا دیتے ہیں جیسے کہ دن میں کوئی خیمہ میں بیٹھا ہو اور آفتاب اس کی نگاہ سے غائب ہو۔کسی نے اس خیمہ کو اوپر سے ہٹا کر سورج دکھا دیا۔

(۲) مشکوٰۃ باب التحریض علیٰ قیام اللیل میں ہے:

استیقظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فزعا یقول سبحٰن اللہ ماذا انزل اللیلۃ من الخزائن وما ذا انزل من الفتن o

ترجمہ: ایک شب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے، فرماتے تھے کہ سبحان اللہ اس رات میں کس قدر خزانے اور کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آئندہ ہونے والے فتنوں کو بچشم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

(۳) مشکوٰۃ باب المعجزات میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نعی النبی علیہ السلام زیدا و جعفرا و ابن رواحۃ للناس قبل ان یاتیھم خبرھم فقال اخذ الرایۃ زید فاصیب الی حتی اخذ الرایۃ سیف من سیوف اللہ یعنی خالد ابن الولید حتی فتح اللہ علیھم o

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زید، جعفر اور ابن رواحہ کی، ان کی خبر موت آنے سے پہلے لوگوں کو، خبر موت دے دی۔ فرمایا کہ اب جھنڈا زید نے لے لیا اور وہ شہید ہو گئے۔ یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلوار خالد ابن ولید نے لیا۔ تا آنکہ اللہ نے ان کو فتح دے دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ موتہ جو مدینہ منورہ سے بہت ہی دور ہے وہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس کو حضور مدینہ سے دیکھ رہے ہیں۔

(۴) مشکوٰۃ جلد دوم باب الکرامات کے بعد باب وفاۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے:

وان موعدکم الحوض وانی لانظر الیہ وانا فی مقامی ھذاo

ترجمہ: تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے میں اس کو اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

(۵) مشکوٰۃ باب تسویۃ الصّف میں ہے:

اقیموا صفوفکم فانی ارٰکم من وراء ظھری o

ترجمہ: اپنی صفیں سیدھی رکھو کیونکہ ہم تم کو اپنے پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔

(۶) ترمذی جلد دوم باب العلم باب ماجاء فی ذھاب العلم میں ہے:

کنا مع النبی علیہ السلام فشخص ببصرہٖ الی السمآء ثم قال ھذا اوان یختلس فیہ العلم من الناس حتیٰ لا یقدروا منہ علیٰ شیءo

ترجمہ: ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھے کہ آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے جبکہ علم لوگوں سے چھین لیا جاوے گا حتیٰ کہ اس پر بالکل قابو نہ پائیں گے۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مرقاۃ کتاب العلم میں فرماتے ہیں:

فکانہ علیہ السلام لما نظر الی السمآء کوشف باقتراب اجلہٖ فاخبر بذٰلک o

ترجمہ: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان کی طرف دیکھا تو آپ پر آپ کی موت کا قرب ظاہر ہو گیا تو اس کی خبر دے دی۔

(۷) مشکوٰۃ شروع باب الفتن فصل اول میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ پاک کی ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام سے پوچھا: میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا:

فانی لاری الفتن تقع خلٰل بیوتکم کوقع المطرo

ترجمہ: میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنے گرتے دیکھتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ یزیدی وحجازی فتنے جو عرصہ کے بعد ہونے والے تھے انہیں بھی ملاحظہ فرما رہے تھے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چشم حق بین آئندہ کے واقعات اور دور وقریب کے حالات اور حوض کوثر، جنت و دوزخ وغیرہ کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل حضور کے خدام کو بھی خدائے قدوس یہ قدرت وعلم عطا فرماتا ہے۔

(۸) مشکوٰۃ جلد دوم باب الکرامات میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر کا سردار ساریہ کو بنا کر نہاوند بھیجا۔

فبینما عمر یخطب فجعل یصیح یاساری الجبلo

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں خطبہ پڑھتے ہوئے پکارنے لگے کہ اے ساریہ! پہاڑ کو لو۔

کچھ عرصہ کے بعد اس لشکر سے قاصد آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم کو دشمن نے شکست دے دی تھی کہ ہم نے کسی پکارنے والی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ ساریہ پہاڑ کو۔ تو ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت کے پیچھے لیا خدا نے انکو شکست دے دی۔

(۹) امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقہ اکبر [۱] (۱۔ مولانا وکیل احمد سکندری پوری علیہ رحمتہ نے حیدر آباد سے فقہ اکبر کا نسخہ حاصل کیا۔ اس کی شرح الدرالازہر شرح فقہ اکبر لکھی۔ جس میں وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اصل فقہ اکبر یہ ہے۔ اس سے یہ واقعہ لیا گیا۔ ان تمام نسخوں میں نہیں ہے۔ یہ مطبوعہ فقہ اکبر مراد آباد میں موجود ہے۔) اور علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع کبیر میں حارثہ ابن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک بار میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو سرکار نے مجھ سے سوال فرمایا کہ اے حارثہ تم نے کس حال میں دن پایا۔ میں نے عرض کیا کہ سچا مومن ہو کر فرمایا کہ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے میں نے عرض کیا:

وکانی انظر الیٰ عرش ربی بارزاوکانی انظر الیٰ اھل الجنة یتزاورون فیھا و کانی انظر الیٰ اھل النار یتضاعون فیھا o

ترجمہ: میں گویا عرش الٰہی کو ظاہر دیکھ رہا ہوں۔اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملتے ہوئے اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے دیکھتا ہوں۔

اسی قصہ کو مثنوی شریف میں نقل کیا ہے:

هشت جنت هفت دوزخ پیش من | هست پیدا هم چون بت ایں پیش هن
یك بیك را می شناسم خلق را | همچو گندم من زجو در آسیا
که بهشتی که دزیگانه کی است | پیش من پیدا چو مور و ماهی است
من بگویم یا فرد بندم نفس | لب گزید ش مصطفی یعنی که بس

”میرے سامنے آٹھ بہشت اور سات دوزخ ایسے ظاہر ہیں۔جیسے ہندو کے سامنے بت ہیں۔ہر ایک مخلوق کو ایسا پہچانتا ہوں جیسے چکی میں جو اور گیہوں کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون۔میرے سامنے یہ سب مچھلی اور چیونٹی کی طرح ہیں۔چپ رہوں یا کچھ اور کہوں۔حضور نے ان کا منہ پکڑ لیا کہ بس۔“

جب اس آفتاب کے ذروں کی نظر کا یہ حال کہ جنت دوزخ،عرش وفرش،جنتی و دوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو اس آفتاب کونین کی نظر کا کیا پوچھنا ہے۔

(۱۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف جماعت صحابہ کو پڑھائی بحالت نماز ہاتھ اٹھایا جیسے کچھ لینا چاہتے ہیں۔بعد نماز صحابہ نے عرض کیا:یارسول اللہ!صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جنبش کیسی تھی۔فرمایا ہم پر جنت پیش کی گئی چاہا کہ ہم اس کا ایک خوشہ توڑ لیں مگر چھوڑ دیا تاکہ لوگوں کا علم بالغیب قائم رہے۔اگر یہ توڑ لیتے تو لوگ تاقیامت اس سے کھاتے رہتے۔اس سے پتا لگا کہ حضور مدینہ میں کھڑے ہیں ہاتھ اٹھایا تو جنت میں پہنچا جسم مدینہ میں ہے۔ہاتھ جنت الفردوس کے باغ کے خوشہ پر۔یہ ہے حاضر وناظر کے معنی۔اسی طرح حضور کا ہاتھ مدینہ منورہ سے ہماری ڈوبتی کشتی پر پہنچ کر بیڑا پار کرسکتا ہے۔

تیسری فصل

حاضر و ناظر کا ثبوت فقہاء اور علماء امت کے اقوال سے

(۱) درمختار جلد سوم باب المرتدین بحث کرامات اولیاء میں ہے:

یا حاضر یا ناظر لیس بکفرo

ترجمہ: اے حاضر اے ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔

شامی میں اسی کے ماتحت ہے:

فان الحضور بمعنی العلم شائع مایکون من نجوٰی ثلٰثة الا ھو رابعھم والنظر بمعنی الرویة الم یعلم بان اللہ یرٰی فالمعنی یا عالم یا من یریo

ترجمہ: (بزازیہ) کیونکہ حضور بمعنی علم مشہور ہے۔قرآن میں ہے کہ نہیں ہوتا تین کا مشورہ مگر رب ان کا چوتھا ہوتا ہے اور ناظر بمعنی دیکھنا ہے رب فرماتا ہے کیا نہیں جانتا کہ اللہ دیکھتا ہے پس اس کے معنی یہ ہوئے کہ اے عالم اے دیکھنے والے۔

(۲) درمختار جلد اول باب کیفیۃ الصلوٰۃ میں ہے:

ویقصد بالفاظ التشھد الانشآء کانه یحیی اللہ ویسلم علیٰ نبیهٖ وعلیٰ نفسهٖ o

ترجمہ: التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے گویا نمازی رب کو تحیۃ اور خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام عرض کررہا ہے۔

شامی اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں:

ای لا یقصد الاخبار والحکایة عما وقع فی المعراج منه علیه السلام ومن ربهٖ ومن الملٰئکة o

ترجمہ: یعنی التحیات میں معراج کے اس کلام کے قصہ کی نیت نہ کرے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور رب تعالیٰ اور ملائکہ کے درمیان ہوا۔

فقہاء کی ان عبارت سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے اور التحیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر جان کر سلام عرض کرے۔التحیات کے متعلق اور بھی عبارات آئی ہیں۔مجمع ابرکات میں شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

وے علیه الصلوٰۃ والسلام براحوال و اعمال امت مطلع است بر مقربان وخاصان درگاہ خود مفیض وحاضر و ناظر است

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے حالات واعمال پر مطلع ہیں اور حاضرین بارگاہ کو فیض پہچانے

والے اور حاضر وناظر ہیں۔

شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی اپنے رسالہ ہزدم مسمّٰی بہ سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل میں فرماتے ہیں:

باچندیں اختلافات و کثرت مذاهب که درعلماء امت هست یك کس رادریں مسئله خلافی نیست که آنحضرت علیه الصلوٰة والسلام بحقیقت حیات بے شائبه مجازو توهم تاویل دائم و باقی است و براعمال امت حاضر و ناظر ومرطالبان حقیقت راومتو جهان آنحضرت رامفیض و مربی (ادخال السان)

ترجمہ: اس اختلاف ومذاہب کے باوجود علمائے امت میں ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقی زندگی سے بغیر تاویل ومجاز کے احتمال کے باوقی اور دائم ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں اور حقیقت کے طلبگار اور حاضرین کو فیض رساں اور مربی۔

شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی شرع فتوح الغیب صفحہ ۳۳۲ میں فرماتے ہیں:

ام انبیاء علیهم السلام بحیات حقیقی دنیاوی حی و باقی و متصرف اند دریں جا سخن نیست۔

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام دنیاوی حقیقی زندگی سے زندہ اور باقی وعمل درآمد فرمانے والے ہیں اس میں کوئی کلام نہیں۔

مرقاۃ باما یقال عند من حضرہ الموت کے آخر میں ہے:

ولا تباعد من الاولیاء حیث طویت لهم الارض و حصل لهم ابدان مکتسبة متعددة و جدوها فی اماکن مختلفة فی اٰن واحد ٥

ترجمہ: یعنی اولیاء اللہ ایک آن میں چند جگہ ہو سکتے ہیں اور ان کے بیک وقت چند اجسام ہو سکتے ہیں۔

شفا میں ہے:

ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علیك ایها النبی ورحمة الله و برکاته ٥

ترجمہ: جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہو کہ اے نبی! تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

اس کے ماتحت ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

لان روح النبی علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام o

ترجمہ: کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔

شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

ذکر کن اور ادرود بفرست بروے علیه الصلوٰة والسلام وباش درحال ذکر گویا حاضر است پیش تو درحالت حیات ومی بینی تو اور امتادب باجلال و تعظیم و هیبت و حیا وبدانکه وے علیه الصلوٰة والسلام می بیند ومی شنود کلام ترازیرا که وے علیه الصلوٰة والسلام متصف است بصفات الٰهیه ویکے از صفات الٰهی آں است که انا جلیس من ذکر نی ۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یاد کرو اور درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب اور جال اور تعظیم اور ہیبت وحیا سے رہو اور جانو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھتے اور سنتے ہیں تمہارے کلام کو کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صفات الٰہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔

امام ابن الحارج مدخل میں اور امام قسطلانی مواہب جلد دوم صفحہ ۳۸۷ فصل ثانی زیارۃ قبرہ الشریف میں فرماتے ہیں:

وقد قال علمآء نا لا فرق بین موتہٖ و حیوتہٖ علیه السلام فی مشاهدتہٖ لامتہٖ و معرفة احوالهم ونیاتهم وعزائمهم وخواطرهم وذالك جلی عنده لا خفاء بہٖ o

ترجمہ: ہمارے علماء نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں، اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے حالات و نیات اور ارادے اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں۔ یہ آپ کو بالکل ظاہر ہیں۔ اس میں پوشیدگی نہیں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملاعلی قاری فرماتے ہیں:

وقال الغزالی سلم علیه اذا دخلت فی المسجد فانه علیه السلام یحضر فی المسٰجد o

ترجمہ: امام غزالی نے فرمایا کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام عرض کرو

کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہیں۔

نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض جلد سوم کے آخر میں ہے:

الانبیآء علیھم السلام من جھة الاجسام والظواھر مع البشر وبواطنھم وقواھم الروحانیة ملکیة ولذاترٰی مشارق الارض و مغاربھا تسمع اطیط السمآء وتشم رائحة جبریل اذا ارادالنزول الیھم o

ترجمہ: انبیائے کرام جسمانی اور ظاہری طور پر بشر کے ساتھ ہیں اور ان کے باطن روحانی قوتیں ملکی ہیں اسی لیے وہ زمین کے مشرکوں اور مغربوں کو دیکھتے ہیں اور آسمانوں کی چڑ چڑاہٹ سنتے ہیں اور جبریل کی خوشبو پالیتے ہیں جب وہ ان پر اترتے ہیں۔

دلائل الخیرات کے خطبہ میں ہے:۔

وقیل رسول اللہ ارایت صلوٰة المصلین علیك ممن غاب عنك ومن یاتی بعدك ماحالھما عندك فقال اسمع صلوٰة اھل محبتی واعرفھم و تعرض علی صلوٰة غیر ھم عرضا o

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ آپ سے دور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے دردوں کا آپ کے نزدیک کیا حال ہے تو فرمایا کہ ہم محبت والوں کے درود تو خود سنتے ہیں اور ان کو پہچانتے ہیں اور غیر محبین کا درود ہم پر پیش کر دیا جاتا ہے۔

شفاء قاضی عیاض جلد دوم میں ہے:

عن علقمة قال اذا دخلت المسجد اقول السلام علیك ایھا النبی و رحمة اللہ و برکاتهo

ترجمہ: علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں کہ سلام ہو آپ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور برکات۔

اس کی تائید ابوداؤد ابن ماجہ باب الدعاء عند دخول المسجد کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ مدارج النبوۃ صفحہ ۴۵۰ جلد دوم قسم چہارم وصل حیات انبیاء میں ہے:

اگر بعد ازاں گوئید کہ حق تعالیٰ جسد شریف راحالتے و قدرتے بخشیدہ است کہ درھرمکانے کہ خواھد تشریف بخشد خواہ بر بعینہٖ یا بامثال خواہ بر آسمان

یا بر زمین خواہ در قبر شریف یا غیر وے صورتے دارد باوجود ثبوت نسبت خاص بقبر درھمہ حال۔

ترجمہ: اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور کے جسم پاک کو ایسی حالت وقدرت بخشی ہے کہ جس مکان میں چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ قبر میں، تو درست ہے۔ قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔

مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف مصنفہ شیخ شہاب الدین سہروردی صفحہ ۱۶۵ میں ہے:

بس باید کہ بندہ ھمئاں کہ حق سبحانہ راإیوستہ برجمیع احوال خود ظاھراً و باطناً واقف ومطلع بیند رسول اللّٰہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رانیز ظاھر و باطن حاضر داندتا مطالعہ صورت تعظیم و وقار اوھموارہ بہ محافظت آداب حضرتش دلیل بود واز مخالفت وے سراً و اعلاناً شرم دارد وھیچ دقیقہ از دقائق آداب صبحت او فرونہ گزارد۔

ترجمہ: بس چاہیے کہ بندہ جس طرح حق تعالیٰ کو ہر حال میں ظاہر و باطن طور پر واقف جانتا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ظاہر و باطن حاضر جانے تاکہ آپ کی صورت کو دیکھنا آپ کی ہمیشہ تعظیم وقار کرنے اور اس بارگاہ کے ادب کی دلیل ہو جاوے۔ اور آپ کی ظاہر و باطن میں مخالفت سے شرم کرے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت پاک کے ادب کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑے۔

فقہاء وعلماء امت کے ان اقوال سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاضر و ناظر ہونا، بخوبی واضح ہوا اب ہم آپ کو یہ دکھاتے ہیں کہ نمازی نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کیا خیال رکھے اس کے متعلق ہم درمختار اور شامی کی عبارتیں تو شروع فصل میں پیش کر چکے ہیں۔ دیگر بزرگان دین کی اور عبارتیں سینئے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔

اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب التشہد اور مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۳۵ باب پنجم ذکر فضائل آنحضرت میں شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

و بعضے عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجھت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افرادممکنات پس آنحضرت در ذرات مصلیان موجودو حاضراست پس مصلی رابایدکہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شھود غافل نہ

بود تا بانوار قرب و اسرار معرفت منورو فائز گردد۔

ترجمہ: بعض عارفین نے کہا ہے کہ التحیات میں یہ خطاب اس لیے ہے کہ حقیقت محمد یہ موجودات کے ذرا ذرا میں اور ممکنات کے ہر فرد میں سرایت کئے ہے۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نمازیوں کی ذات میں موجود حاضر ہیں نمازی کو چاہیے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہو، تاکہ قرب کے نور اور معرفت کے بھیدوں سے کامیاب ہو جاوے۔

احیاء العلوم جلد اول باب چہارم فصل سوم نماز کی باطنی شرطوں میں امام غزالی فرماتے ہیں:

واحضر فی قلبك النبی علیه السلام وشخصه الکریم وقل السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبارکاتهo

ترجمہ: اور اپنے دل میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور آپ کی ذات پاک کو حاضر جانو اور کہو:

السلام علیك النبی ورحمة الله وبرکاته ایها النبی ورحمة الله وبرکاته

اسی طرح مرقاۃ باب التشہد میں ہے۔ مسک الختام میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی صفحہ ۲۴۳ پر وہ ہی عبارت لکھتے ہیں جو ہم نے ابھی اشعۃ اللمعات کی التحیات کے بارے میں لکھی کہ نمازی کو چاہیے کہ حضور کا حاضر و ناظر جان کرالتحیات میں سلام کرے پھر یہ شعر لکھتے ہیں:

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست
می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

”عشق کی راہ میں دور و قریب کی منزل نہیں ہے
میں تم کو دیکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں“

علامہ شیخ مجدد فرماتے ہیں:

وخوطب علیه السلام کانه اشارة الیٰ انه تعالیٰ یکشف له عن المصلین من امتهٖ حتی یکون کالحاضر یشهد لهم بالعقل اعمالهم ولیکون تذکر حضورهٖ سببا لمزید الخشوع و الخضوع o

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نماز میں خطاب کیا گیا شاید کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

آپ کی امت میں سے نمازیوں کا حال آپ پر ظاہر فرما دیتا ہے۔حتیٰ کہ آپ مثل حاضر کے ہوتے ہیں اس کے اعمال کو سمجھنے میں اور اس لیے کہ آپ کی حاضری کا خیال زیادتی خشوع وخضوع کا سبب ہو جاوے۔

مسئلہ حاضر و ناظر پر بعض فقہی مسائل بھی موقوف ہیں۔فقہاء فرماتے ہیں کہ زوج مشرق میں ہو اور زوجہ مغرب میں اور بچہ پیدا ہو اور زوج کہتا ہے کہ بچہ میرا ہے تو بچہ اسی کا ہے کہ شاید یہ ولی اللہ ہو اور کرامت سے اپنی بیوی کے پاس پہنچا ہو۔دیکھو شامی جلد دوم باب ثبوت النسب۔

شامی جلد سوم باب المرتدین مطلب کرامات اولیاء میں ہے:

وطی المسافة منه لقولهٖ علیه السلام زویت لی الارض ویدل علیه ما قالوا فیمن کان بالمشرق و تزوج المراة بالمغرب فاتت بولد یلحقه وفی التتار خانیة ان هذه المسئلة توید الجوازo

ترجمہ: اور راستہ طے کرنا بھی اسی کرامت میں سے ہے حضور کے فرمانے کی وجہ سے کہ میرے لیے زمین سمیٹ دی گئی اس پر وہ مسئلہ دلالت کرتا ہے جو فقہاء نے کہا کہ کوئی شخص مشرق میں ہو اور مغرب میں رہنے والی عورت سے نکاح کرے پھر وہ عورت بچہ جنے تو بچہ اس مرد سے ملحق ہوگا اور تتارخانیہ میں ہے کہ یہ مسئلہ اس کرامت کے جائز ہونے کی تائید کرتا ہے۔

شامی یہ ہی مقام:

والانصاف ما ذکره الامام النفسی حین سئل عما یحکیٰ ان الکعبة کانت تزور واحدا من اولیاء هل یجوز القول بهٖ فقال نقص العادة علیٰ سبیل الکرامة لاهل الولایة جائز عند اهل السنةo

ترجمہ: انصاف کی بات وہ ہی ہے جو امام نسفی نے اس وقت کہی جبکہ ان سے سوال کیا گیا کہ کہا جاتا ہے کہ کعبہ ایک ولی کی زیارت کرنے جاتا ہے۔کیا یہ کہنا جائز ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کے لیے خلاف عادت کام کرامت کے طریقہ پر اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کعبہ معظّمہ بھی اولیاء اللہ کی زیارت کرنے کے لیے عالم میں چکر لگاتا ہے،تفسیر روح البیان میں سورۂ ملک کے آخر میں ہے:

قال الامام الغزالی والرسول علیہ السلام لہ الختیار فی طواف العوالم مع ارواح الصحابۃ لقد راٰہ کثیر من الاولیاء o

ترجمہ: امام غزالی نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں سیر فرمانے کا اپنے صحابہ کرام کی روحوں کے ساتھ اختیار ہے آپ کو بہت سے اولیاء اللہ نے دیکھا ہے۔

انتباہ الاذکیاء فی حیات الاولیاء میں علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں:

النظر فی اعمال امتہٖ والاستغفار لھم من السیاٰت والدعآء بکشف البلاء عنھم والتردد فی اقطار الارض لحلول البرکۃ فیھا و حضور جنازہ من صالحی امتہٖ فان ھذہ الامور من جملۃ اشغالہٖ فی البرزخ کما وردت بذٰلک الحدیث والاثار o

ترجمہ: اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا، ان کے لیے گناہوں سے استغفار کرنا۔ ان دفع بلا کی دعا فرمانا، اطراف زمین میں آنا جان، اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مر جاوے تو اس کے جنازے میں جانا یہ چیزیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشغلہ ہیں جیسے کہ اس پر احادیث اور آثار آئے ہیں۔

امام غزالی المنقذ من الضلال میں فرماتے ہیں:

ارباب قلوب مشاھدہ می کنندر بیداری انبیاء ملائکہ راوھمکلام می شوند بایشاں۔

ترجمہ: صاحب دل حضرات جاگتے ہوئے انبیاء و ملائکہ کو دیکھتے ہیں اور ان سے بات چیت کرتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی شرح صدور میں فرماتے ہیں:

ان اعتقدالناس ان روحہ و مثالہ فی وقت قراء المولد و ختم رمضان و قراء ۃ القصائد یحضر جاز o

ترجمہ: اگر لوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح اور آپ کی مثال مولود شریف پڑھنے اور ختم رمضان اور نعت خوانی کرتے وقت آتی ہے تو جائز ہے۔

مولوی عبدالحی صاحب رسالہ ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نعت خوان تھا اور حقہ بھی پیتا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جب تم مولود شریف پڑھتے ہو تو ہم رونق افروز مجلس ہوتے ہیں۔ مگر جب حقہ آجاتا ہے۔ تو ہم فوراً مجلس سے واپس ہو جاتے ہیں۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ پاک ہر وقت عالم کے ذرہ ذرہ پر ہے اور نماز، تلاوت ،قرآن، محفل میلا د شریف اور نعت خوانی کی مجالس میں، اسی طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں۔ تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت انا ارسلنك شاهدا ہے:

فانه لما كان اول مخلوق خلقه الله كان شاهدا بوحدانية الحق و شاهدا بما اخرج من العدم الى الوجود من الارواح والنفوس والاجرام والاركان والاجساد والمعادن والنبات و الحيوان و الملك و الجن والشيطٰن والانسان و غير ذلك لئلا يشذ عنه ما يمكن للمخلوق دركه من اسرار افعالهٖ وعجائب صنعهٖo

ترجمہ: چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کی پہلی مخلوق ہیں اس لیے اس کی وحدانیت کے گواہ ہیں اور ان چیزوں کو مشاہدہ کرنے والے ہیں جو عدم سے وجود میں آئے ،ارواح، نفوس، اجسام ،معدنیات، نباتات، حیوانات، فرشتے اور انسان وغیرہ تاکہ آپ پر رب کے وہ اسرار اور عجائب مخفی نہ رہیں جو کسی مخلوق کے لیے ممکن ہے۔

اسی جگہ کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں:

فشاهد خلقه وما جرٰى عليه من الاكرام والاخراج من الجنة بسبب المخالفة وماتاب الله عليه الٰى اٰخر ماجرى عليه وشاهد خلق ابليس وما جرى عليهo

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت آدم کا پیدا ہونا، انکی تعظیم ہونا اور خطا پر جنت سے علیحدہ ہونا اور پھر توبہ قبول ہونا آخر تک کے ان کے سارے معاملات جوان پر گزرے، سب کو دیکھا اور ابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اس پر گزرا اس کو بھی دیکھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور نے عالم ظہور میں جلوہ گری سے پہلے ہر ایک کے ایک ایک حالات کا مشاہدہ فرمایا۔ یہ ہی صاحب روح البیان کچھ آگے چل کر اسی مقام پر فرماتے ہیں:

قال بعض الكبار ان مع كل سعيد رفيقه من روح النبى عليه السلام هى الرقيب العتيد عليه ولما قبض الروح المحمدى عن اٰدم الذى كان به دائمالايضل ولا ينسٰى جرٰى عليه ماجرٰى من النسيان وما يتبعه o

ترجمہ: بعض اکابر نے فرمایا کہ ہر سعید کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح رہتی ہے اور یہ ہی رقیب عتید سے مراد ہے اور جس وقت روح محمدی کی توجہ دائمی حضرت آدم سے ہٹ گئی تب ان سے نسیان اور اس کے نتائج ہوئے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب زانی زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے۔

روح البیان میں اسی جگہ ہے کہ ایمان سے مراد توجہ مصطفیٰ ہے یعنی جو مومن کوئی اچھا کام کرتا ہے تو حضور کی توجہ کی برکت سے کرتا ہے اور جو گناہ کرتا ہے وہ ان کی بے توجہی کی وجہ سے ہوتا ہے اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی ثابت ہوا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں:

واذا سمعت فعنك قولا طيبا　　　واذا نظرت فلا ارىٰ الاك !

”جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر سنتا ہوں اور جب دیکھتا ہوں تو آپ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔“

چوتھی فصل

حاضر و ناظر کا ثبوت مخالفین کی کتابوں سے

تحذ الناس صفحہ ۱۰ میں مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند کہتے ہیں کہ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم (احزاب:۶) کو بعد لحاظ من انفسھم کے دیکھیے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہے۔

ترجمہ صراط مستقیم مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی صفحہ ۱۳ میں چوتھی ہدایت، حب عشقی کے بیان میں کوئلے اور آگ کی مثال دے کر کہتے ہیں: اسی طرح جب اس طالب کے نفس کامل کو رحمانی کشش اور جذبی موجیں احدیت کے دریاؤں کی تہ میں کھینچ کر لے جاتی ہے۔ تو انا الحق اور ليس في حبتي سوى الله کا آوازہ اس سے صادر ہونے لگتا ہے۔ اور یہ حدیث قدسی كنت سمعه الذي يسمع به و بصره الذي يبصر به ويده التي يبطش بها اور ایک اور روایت کی رو سے لسانه الذي يتكلم به اسی حالت کی حکایت ہے۔ اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ جب انسان فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ تو خدائی طاقت سے دیکھتا، سنتا، چھوتا، اور بولتا ہے، یعنی عالم کی ہر چیز کو دیکھتا ہے ہر دور و نزدیک کی چیزوں کو پکڑتا ہے یہ ہی حاضر و ناظر کے معنی ہیں اور جب معمولی انسان فنا فی اللہ ہو کر اس درجہ میں پہنچ جاویں تو سید الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر فنا فی اللہ کون ہو سکتا ہے تو بدرجہ اولیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و

ناظر ہوئے۔

امداد السلوک صفحہ۱۰ میں مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

هم مرید بیقین داند که روح شیخ مقید بیك مکان نیست پس هر جا که مرید باشد قریب یا بعید اگرچه شخص از شیخ دور است اماروحانیت او دورنیست چوں ایں امر محکم دارد هر وقت شیخ رابیا ددارد و ربط قلب پیدا آیدو هر دم مستفید بودچوں مرید درحال واقعه محتاج شیخ بود۔ شیخ رابقلب حاضر آورده بلسان حال سوال کندالبته روح شیخ باذن اللّٰه تعالیٰ اور القاء خواهدکرد مگر ربط تام شرط است وبسبب ربط قلب شیخ لسان قلب او ناطق می شود و بسوئے حق تعالیٰ راه مے کشاید و حق تعالیٰ اور امحدث می کند۔

ترجمہ: مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی روح ایک جگہ میں قید نہیں ہے۔ مرید جہاں بھی ہو، دور ہو یا نزدیک، اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت دور نہیں جب یہ بات پختہ ہوگئی تو ہر وقت پیر کی یاد رکھے اور دلی تعلق اس سے ظاہر ہو اور ہر وقت اس سے فائدہ لیتا رہے۔ مرید واقعہ جات میں پیر کا محتاج ہوتا ہے شیخ کو اپنے دل میں حاضر کر کے زبان حال سے اس سے مانگے، پیر کی روح اللہ کے حکم سے ضرور القا کرے گی مگر پورا تعلق شرط ہے اور شیخ سے اسی تعلق کی وجہ سے دل کی زبان گویا ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف راہ کھل جاتی ہے اور حق تعالیٰ اس کو صاحب الہام کر دیتا ہے۔

اس عبارت میں حسب ذیل فائدے ہیں: (۱) پیر کا مریدوں کے پاس حاضر و ناظر ہونا (۲) مرید کا تصور شیخ میں رہنا (۳) پیر کا حاجت روا ہونا (۴) مرید خدا کو چھوڑ کر اپنے پیر سے مانگے (۵) پیر مرید کو القا کرتا ہے (۶) پیر مرید کا دل جاری کر دیتا ہے۔ جب پیر میں یہ طاقتیں ہے تو جو ملائکہ اور انسانوں کے شیخ الشیوخ ہیں ﷺ ان میں یہ چھ صفات ماننا کیوں شرک ہے؟ اس عبارت نے مخالفین کے سارے مذہب پر پانی ہی پھیر دیا وللہ الحمد سب تقویۃ الایمان ختم، حفظ الایمان صفحہ۷ میں مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ ابو یزید سے پوچھا گیا طی زمین کی نسبت۔ تو آپ نے فرمایا یہ کوئی چیز کمال کی نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔

اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ آناً فاناً مشرق سے مغرب تک پہنچ جانا اہل اللہ کو تو کیا کفار و شیاطین سے بھی ممکن ہے بلکہ ہوتا رہتا ہے اور یہ حاضر و ناظر کے معنی ہیں۔ تقویۃ الایمان کے لحاظ سے شرک ہے۔ مسک الختام مصنفہ

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی کی عبارت ہم بحث ثبوت میں پیش کر چکے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ التحیات میں السلام علیک سے خطاب اس لیے ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم کے ذرہ ذرہ میں موجود ہیں۔لہٰذا نمازی کی ذات میں موجود و حاضر ہیں۔

ان عبارات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی واضح ہے۔

پانچویں فصل

حاضر و ناظر ہونے کا ثبوت دلائل عقلیہ سے

اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع کمالات ہے یعنی جس قدر کمالات کہ دیگر انبیاء کرام یا آئندہ اولیائے عظام یا کسی مخلوق کو مل چکے یا ملیں گے وہ سب بلکہ ان سے بھی زیادہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو عطا فرما دیے بلکہ حضور ہی کے ذریعہ سے ان کو ملے۔قرآن کریم فرماتا ہے:فبھدٰھم اقتدہ آپ ان سب کی راہ چلو‘‘اس کی تفسیر روح البیان میں ہے:

فجمع اللہ کل خصلۃ فی حبیبہٖ علیہ السلام o

ترجمہ: اللہ نے ہر نبی کی خصلت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاداری　　　آنہ خوباں ھم دارند تو تنھا داری

نیز مولوی محمد قاسم صاحب تحذ الناس صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں اور انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کرامتوں کو پہچانتے ہیں۔غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے۔اس قاعدے پر بہت دلائل قرآن واحادیث واقوال علماء سے پیش کیے جاسکتے ہیں۔مگر چونکہ مخالفین اس کو مانتے ہیں۔اس لیے اس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں۔تو پہلا قاعدہ یہ مسلم ہے کہ جو صفت کمال کسی مخلوق کو ملی وہ تمام علی وجہ الکمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی۔اب ہم بتاتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہونا عطا کیا گیا۔ماننا پڑے گا کہ یہ صفت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی۔اب ہم بتاتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہونا کس کس مخلوق کو عطا ہوا۔ہم نے اس بحث حاضر و ناظر کے مقدمہ میں عرض کر دیا ہے کہ حاضر و ناظر ہونے کے تین معنی ہیں ایک جگہ رہ کر تمام عالم کو مثل کف دست کے دیکھنا،ایک آن میں عالم کی سیر کر لینا اور صدہا کوس پر کسی کی مدد کر دینا،اس جسم یا جسم مثالی کا متعدد جگہ موجود ہو جانا۔یہ صفات بہت سی مخلوقات کو ملی ہیں۔

(۱) روح البیان اور خازن و تفسیر کبیر وغیرہ میں پارہ ۷ سورۂ انعام حتّٰی اذاجآء احدکم الموت توفته رسلناo (انعام:۶۱) کے تحت ہے:

جعلت الارض لملك الموت مثل الطشت يتناول من حيث شآء o

ترجمہ: یعنی ملک الموت کے لیے ساری زمین طشت کی طرح کردی گئی ہے کہ جہاں سے چاہیں لے لیں۔

اسی روح البیان میں اسی جگہ ہے:

ليس علیٰ ملك الموت صعوبة فی قبض الارواح وان كثرت و كانت فی امكنة مختلفة o

ترجمہ: ملک الموت پر روحیں قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں اگر چہ روحیں زیادہ ہوں اور مختلف جگہ میں ہوں۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

مامن اهل بيت شعر ولا مدر الا وملك الموت يطيف بهم كل يوم مرتينo

ترجمہ: کوئی خیمہ اور مکان والے نہیں مگر ملک الموت ہر روز ان کے پاس دو بار جاتے ہیں۔

مشکوٰۃ باب فضل الاذان میں ہے کہ جب اذان اور تکبیر ہوتی ہے تو شیطان ۳۶ میل دور بھاگ جاتا ہے پھر جہاں یہ ختم ہوئیں کہ پھر موجود، اس ناری کی رفتار کا یہ عالم ہے۔

جب ہم سوتے ہیں تو ہماری ایک روح جسم سے نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے جسے روح سیرانی کہتے ہیں جس کا ثبوت قرآن پاک میں ہے: یسل الاخرآی (زمر:۴۲) اور جہاں کسی نے جسم کے پاس کھڑے ہو کر اس کو اٹھایا وہ ہی روح جو ابھی مکہ معظّمہ یا مدینہ پاک میں تھی آناً فاناً جسم میں آکر داخل ہوگئی اور آدمی بیدار ہوگیا۔ روح البیان زیر آیت وهو الذی یتوفكم باليل (انعام:۶۰) ہے:

فاذا نتبه من النوم عادت الروح الیٰ الجسد باسرع من لحظة o

ترجمہ: یعنی انسان جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو روح جسم میں ایک لحظہ سے بھی کم میں لوٹ آتی ہے۔

ہمارا نور نظر آن کی آن میں آسمانوں پر جا کر زمین پر آجاتا ہے۔ ہمارا خیال آن واحد میں تمام عالم کی سیر کر لیتا ہے۔ بجلی تار ٹیلیفون اور لاؤڈ سپیکر کی قوت کا یہ عالم ہے کہ آدھے سیکنڈ میں زمین کے قطر کو طے کر لیتے ہیں، حضرت جبریل کی رفتار کا یہ عالم ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آدھے کنویں سے نیچے چلے اور حضرت جبریل

سدرہ سے چلے۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی کنویں کی تہہ تک نہ پہنچے تھے کہ جبریل سدرہ سے وہاں پہنچ گئے۔ دیکھو تفسیر روح البیان آیت ان یجعلوہ فی غیٰبت الجب (یوسف:۱۵) حضرت خلیل نے حلق اسمٰعیل پر چھری چلائی۔ ابھی چھری رواں نہ ہوئی تھی کہ جبریل سدرہ سے مع دنبہ خلیل اللہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ حضرت سلیمان کے وزیر آصف بن برخیا نے ایک پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت یمن سے لاکر شام میں حضرت سلیمان کی خدمیت میں حاضر کردیا جس کا ثبوت قرآن میں ہے کہ ان یرتد الیک طرفک (نمل:۴۰) معلوم ہوا کہ آصف کو یہ بھی خبر تھی کہ تخت کہاں ہے۔ خیال کرنا چاہیے کہ پلک جھپکنے سے پہلے یمن گئے بھی اور لوٹ بھی آئے اور اتنا وزنی تخت بھی لے آئے۔ رہی یہ بحث کہ حضرت سلیمان میں تخت لانے کی طاقت تھی یا کہ نہیں وہ ہم اسی بحث کے دوسرے باب میں بیان کریں گے۔ انشاءاللہ۔

معراج میں سارے انبیاء نے بیت المقدس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز ادا کی۔ حضور براق پر تشریف لے گئے۔ اور براق کی رفتار کا یہ عالم کہ حد نظر کا اس کا ایک قدم پڑتا تھا۔ مگر رفتار انبیاء کا یہ عالم کہ ابھی بیت المقدس میں مقتدی تھے اور ابھی مختلف آسمانوں پر پہنچ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ہم نے فلاں آسمان پر فلاں پیغمبر سے ملاقات کی جس سے معلوم ہوا کہ براق کی یہ برق رفتاری خراماں تھی کہ دولہا گھوڑے پر سوار ہوکر خراماں ہی جایا کرتے ہیں۔ اور انبیاء کی خدمت گزاری کا وقت تھا۔ ابھی بیت المقدس میں اور ابھی افلاک پر۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات آخر باب زیارۃ القبور میں فرمایا کہ ہر پنجشنبہ کے دن مردوں کی روحیں اپنے خویش و اقارب کے یہاں جاکر ان سے ایصال ثواب کی تمنا کرتی ہیں اب اگر کسی میت کے خویش واقربا دوسرے ممالک میں بھی رہتے ہوں تو وہاں ہی پہنچیں گی۔

ہماری اس گفتگو سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ سارے عالم پر نگاہ رکھنا ہر جگہ کی آناً فاناً سیر کرلینا ایک وقت میں چند جگہ پایا جانا یہ وہ صفات ہیں کہ رب نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں۔ اس سے دو باتیں لازم آئیں۔

(۱) کسی بندے جو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا شرک نہیں کہ شرک کہتے ہیں: خدا کی ذات وصفات میں کسی اور کو شریک ماننا۔ یہاں یہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام میں ہر جگہ رہنے کی طاقت ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بدرجہ اولیٰ یہ صفت ہے۔

(۲) دنیا میں پانی اور دانا ہر جگہ موجود نہیں بلکہ خاص خاص جگہ ہے۔ پانی تو کنویں اور تالاب و دریا وغیرہ میں

ہے دانا کھیت یا گھروں وغیرہ میں۔مگر ہوا اور دھوپ عالم کے گوشہ گوشہ میں ہے کہ فلاسفہ کے نزدیک خلا محال ہے ہر جگہ ہوا ہے۔اس لیے کہ ہوا اور روشنی کی ہر چیز کو ضرورت ہے اور حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی ہر مخلوق الٰہی کو ہر وقت ضرورت ہے جیسا کہ ہم روح البیان وغیرہ کے حوالے سے ثابت کر چکے۔تو لازم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر جگہ جلوہ گری ہو۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام عالم کی اصل ہیں۔وکل الخلق من نوری اور اصل کا اپنی فرع میں، مادہ کا سارے مشتقات میں۔ایک کا سارے عددوں میں رہنا ضروری ہے:

ہر ایک ان سے ہے وہ ہر ایک میں ہیں وہ ہیں ایک علم حساب کے
بنے دو جہاں کی وہ ہی بنا وہ نہیں جو ان سے بنا نہیں

دوسرا باب

مسئلہ حاضر و ناظر پر اعتراضات کے بیان میں

اعتراض ا: ہر جگہ حاضروناظر ہونا خدا کی صفت ہے: علیٰ کل شیء شھید o (حج:۱۷) بکل شیء محیط o (فصلت:۵۴) لہٰذا غیر میں یہ صفت ماننا شرک فی الصفت ہے۔

جواب: ہر جگہ میں حاضروناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں خدائے تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے۔کتب عقائد میں ہے: (لایجری علیہ زمان ولا یشتمل علیہ مکان) خدا پر نہ زمانہ گزرے کیونکہ زمانہ سفلی اجسام پر زمین میں رہ کر گزرتا ہے۔انہیں کی عمر ہوتی ہے۔چاند سورج تارے حوروغلمان فرشتے بلکہ آسمان پر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زمانہ سے علیحدہ ہیں اور نہ کوئی جگہ خدا کو گھیرے۔خدا تعالیٰ حاضر ہے مگر بغیر جگہ کے،اسی لیے ثم استوٰی علی العرش (اعراف:۵۴) کو متشابہات سے مانا گیا ہے اور بکل شیء محیط (فصلت:۵۴) وغیرہ آیات میں مفسرین فرماتے ہیں: علما وقدرۃ یعنی اللہ کا علم اور اس کی قدرت عالم کو گھیرے ہوئے ہے:

وہی لا مکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشین ہوئے
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے۔ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا کی شان ہوسکتی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے بفرض محال تو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ صفت عطائی،حادث،مخلوق، قبضہ الٰہی میں ہے اور خدا کی یہ صفت ذاتی،قدیم،غیر مخلوق ہے،کسی کے قبضے میں نہیں۔اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟ جیسے کہ حیاۃ سمع بصر وغیرہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ میں ہے:''فخر دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولود میں حاضر جاننا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے''۔یہ ہی مضمون براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ میں ہے مولوی رشید احمد صاحب نے رجسٹری فرمادی کہ غیر خدا کو ہر جگہ حاضروناظر جاننا بہ عطائے الٰہی شرک نہیں۔اگر کوئی کہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ خالقیت وجوب قدم وغیرہ دیگر صفات الٰہیہ بھی پیغمبروں کو عطائی مان لو اور حضور کو خالق واجب قدیم کہا کرو تو اس کا جواب یہ ہے کہ چار صفات قبل عطا نہیں کہ ان پر الوہیت کا مدار ہے،وجوب،قدیم،خلق،نہ مرنا دیگر صفات کی تجلی مخلوقات میں بھی ہوسکتی ہے۔جیسے سمع بصر حیات وغیرہ مگر ان میں بھی بڑا فرق ہوگا۔رب کی یہ صفات ذاتی،واجب،نہ مٹنے والی اور مخلوق کی عطائی،ممکن،فانی۔

جو ہوتی خدائی بھی دینے کے قابل　　خدا بن کے آتا وہ بندہ خدا کا

اعتراض ۲: قرآن کریم نے فرمایا:

وما کنت لدیھم اذیلقن افلامھم o (آل عمران:۴۴)

ترجمہ: آپ ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ لوگ اپنے اپنے قلم پانی میں ڈال رہے تھے۔
حضرت مریم کے حاصل کرنے کے لیے۔

وما کنت لدیھم اذا جمعوا اا مرھم o (یوسف:۱۰۲)

ترجمہ: آپ ان کے پاس نہ تھے جبکہ انہوں نے اپنے معاملہ پر اتفاق کیا۔

وما کنت بجانب الغربی اذقضینآ الیٰ موسیo (قصص:۴۴)

ترجمہ: آپ مغربی کنارہ میں نہ تھے جبکہ ہم نے حضرت موسیٰ کی طرف حکم بھیجا۔

وما کنت بجانب الطور اذنا دیناo (قصص:۴۶)

ترجمہ: آپ طور کی طرف نہ تھے جبکہ ہم نے حضرت موسیٰ کو آواز دی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ گزشتہ زمانہ میں جو یہ مذکورہ واقعات ہوئے اس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے۔ صاف ظاہر ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔

یہ سوال اس وجہ سے ہے کہ معترض کو حاضر و ناظر کے معنی کی خبر نہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حاضر و ناظر کے تین صورتیں ہیں ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا۔ آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔ ایک وقت میں چند جگہ ہونا۔ ان آیات میں فرمایا گیا کہ آپ بایں جسم پاک وہاں موجود نہ تھے۔ ان میں یہ کہاں ہے کہ آپ ان واقعات کو ملاحظہ بھی نہیں فرما رہے تھے اس جسد عنصری سے وہاں نہ ہونا اور ہے اور ان واقعات کو مشاہدہ فرمانا کچھ اور۔ بلکہ آیات مذکورہ بالا کا مطلب ہی یہ ہے کہ اے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ وہاں بہ ایں جسم موجود نہ تھے لیکن پھر آپ کو ان واقعات کا علم اور مشاہدہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ سچے نبی ہیں۔ یہ آیات تو حضور کا حاضر و ناظر ہونا ثابت کر رہی ہیں۔ تفسیر صاوی میں وما کنت بجانب الطورo (قصص:۴۶)
الآیۃ کی تفسیر میں ہے:

وھذا بالنظر للعالم الجسمانی لاقامۃ الحجۃ علی الخصم واما بالنظر للعالم الروحانی

فھو حاضر رسالۃ کل رسول وما وقع لہ من لدن اٰدم الیٰ ان ظھر بجسمہ الشریفo

ترجمہ: یعنی یہ فرمانا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعہ کی جگہ نہ تھے، جسمانی لحاظ سے ہے۔ عالم روحانی کی حیثیت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر رسول کی رسالت اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آپ کے جسمانی ظہور تک کے تمام واقعات پر حاضر ہیں۔

نیز ہجرت کے دن غار ثور میں صدیق کو لیے ہوئے جلوہ گر ہیں کہ کفار مکہ دروازہ غار پر آ پہنچے حضرت صدیق پریشان ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لا تحزن ان اللہ معناo

ترجمہ: غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ تو ہے مگر ان کفار کے ساتھ نہیں لہٰذا خدا ہر جگہ نہیں کیونکہ کفار بھی تو عالم ہی میں تھے نیز غزوۂ احد سے فارغ ہو کر کفار سے خطاب فرمایا:

اللہ مولینا ولا مولیٰ لکمo

ترجمہ: اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا مولیٰ کوئی نہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی سلطنت وحکومت فقط مسلمانوں پر تو ہے کفار پر نہیں۔ تو جس طرح ان دونوں کلاموں میں توجیہ کرو گے کہ پہلے کلام سے مراد ہے کہ اللہ رحم وکرم سے ہمارے ساتھ ہے اور جبر وقہر سے کفار کے ساتھ اور دوسری کلام میں مراد ہے کہ مددگار والی ہمارا ہے تمہارا والی تو ہے مگر ناصر اور مہربان نہیں۔ اسی طرح ان آیات میں بھی کہا جاوئے گا کہ بطریق ظاہر بایں جسد عنصری آپ اس وقت ان کے پاس نہ تھے۔

اعتراض ۳: قرآن کریم فرماتا ہے:

ومن اھلالمدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم o (توبہ:۱۰۱)

ترجمہ: اور کچھ مدینہ والے ان کی خو ہو گئی ہے نفاق ان کو تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر نہیں ورنہ آپ کو منافقین کے اندرونی رازوں کی بھی خبر ہوتی حالانکہ آپ ان سے بے خبر تھے۔

جواب: اس کا تفصیلی جواب ہم بحث علم غیب میں اسی آیت کے ماتحت دے چکے ہیں۔

اعتراض ۴: بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ زید ابن ارقم نے عبداللہ ابن ابی کی شکایت کی کہ وہ لوگوں سے کہتا ہے: لاتنفقوا علیٰ من عند رسول اللہ ''مسلمانوں کو کچھ خرچ نہ دو''۔ عبداللہ ابن ابی نے بارگاہ نبوی میں آکر جھوٹی قسم کھالی کہ میں نے یہ نہ کہا تھا: فصدقھم و کذبنی ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو سچا مان لیا اور مجھ کو جھوٹا''۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ تو ابن ابی کی غلط تصدیق کیوں کر دی جب آیت کریمہ نے نازل ہو کر زید ابن ارقم کی تصدیق کی تو یہ سچے ہوئے۔

جواب: عبداللہ ابن ابی کی تصدیق فرمادینے سے لازم نہیں کہ آپ کو اصل واقعہ کا علم بھی نہ ہو۔ شرعاً مقدمہ میں ضروری ہے کہ یا تو مدعی گواہ پیش کرے۔ ورنہ مدعیٰ علیہ قسم کھا کر مقدمہ جیت لے گا۔ کیونکہ قاضی کا فیصلہ مدعی کی گواہی یا مدعیٰ علیہ کی قسم پر ہوتا ہے، نہ کہ قاضی کے ذاتی علم پر، زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ مدعی تھے کہ ابن ابی نے توہین کی اور ابن ابی منکر، چونکہ حضرت زید کے پاس گواہی نہ تھی عبداللہ کی قسم پر فیصلہ کر لیا گیا۔ پھر جب قرآن نے زید کی گواہی دی تب اس گواہی سے انکی تصدیق ہوئی۔ قیامت میں گزشتہ کفار انبیاء کی تبلیغ کا انکار کریں گے اور انبیاء دعویٰ۔ رب العالمین امت مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے انبیاء کرام کے حق میں گواہی لے کر انبیاء کرام کی تصدیق فرمائے گا۔ اسی طرح کفار عرض کریں گے: واللہ ربنا ما کنا مشرکین ٥ (انعام:۲۳) ''خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے'' تب ان کے نامہ اعمال اور ملائکہ ان کے اعضاء سے گواہی لے کر ان کے خلاف فیصلہ ہوگا۔ تو کیا رب کو بھی اصل واقعہ کا پتا نہ تھا۔ ضرور تھا مگر قانون کی پابندی ہے کذبنی کے معنی ہیں کہ میری بات نہ مانی۔ یہ معنی نہیں کہ مجھ کو جھوٹا فرمایا۔ کیونکہ جھوٹا فاسق ہوتا ہے اور تمام صحابہ عادل ہیں اور کسی مسلمان کو بلا دلیل فاسق نہیں کہا جا سکتا۔ کبھی دیوبندی کہتے ہیں: کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گندی جگہ اور دوزخ میں بھی حاضر ہیں: ان کو وہاں ماننا بے ادبی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا ہر جگہ حاضر ہونا ایسا ہے جیسے سورج کی شعاع یا نور نظر یا فرشتوں کا ہر جگہ ہونا کہ یہ چیزیں ہر جگہ موجود ہیں۔ مگر گندگی سے گندی نہیں ہوتیں بتاؤ تم رب کو ان سب جگہ حاضر مانتے ہو یا نہیں؟ اگر مانتے ہو تو اس کی بے ادبی ہوئی یا نہیں۔ نور آفتاب گندی جگہ پڑنے سے ناپاک نہیں تو حقیقت محمدیہ جسے رب نور فرمائے اس پر ناپاکی کے احکام کیوں جاری ہوں گے۔

اعتراض ۵: ترمذی میں ابن مسعود سے روایت ہے:

لا یبلغنی احد عن احد من اصحابی شیئا فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر ٥

ترجمہ: کوئی شخص ہم سے کسی صحابی کی باتیں نہ لگائے، ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے پاس صاف دل آیا کریں۔

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر ہوتے تو خبر پہنچانے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ کو ویسے ہی خبر رہتی۔

جواب: انبیاء کرام کے علم شہودی میں ہر وقت ہر چیز رہتی ہے مگر ہر چیز پر ہر وقت توجہ رہنا ضروری نہیں۔ اس کے متعلق ہم بحث غیب میں حاجی امداد اللہ صاحب کی عبارت پیش کر چکے ہیں۔ اب حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ہم کو لوگوں کی باتوں کی طرف توجہ دلا کر کسی کی طرف سے ناراض نہ بناؤ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے: ذرونی ماترکتکم ”جب تک ہم تم کو چھوڑے رہیں تم بھی چھوڑے رہو۔“

اعتراض ٦: بیہقی میں ہے:

من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ o

ترجمہ: جو شخص ہم پر ہماری قبر کے پاس درود بھیجتا ہے تو ہم خود سنتے ہیں اور جو دور سے درود بھیجتا ہے تو ہم تک پہنچایا جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دور کی آواز آپ تک نہیں پہنچتی ورنہ پہنچائے جانے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب: اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ درود ہم نہیں سنتے۔ مطلب بالکل ظاہر ہے کہ قریب والے کا درود تو صرف خود سنتے ہیں اور دور والے کا درود سنتے بھی ہیں اور پہنچایا بھی جاتا ہے۔ ہم حاضر و ناظر کے ثبوت میں دلائل الخیرات کی وہ روایت پیش کر چکے ہیں کہ اہل محبت کا درود تو ہم بہ نفس نفیس خود سن لیتے ہیں اور غیر محبت والوں کا درود پہنچا دیا جاتا ہے۔ تو دور و قریب سے مراد دلی دوری قریبی ہے نہ کہ مسافت کے لحاظ سے۔

گر بے منی و پیش منی در یمنی گرد بامنی و در یمنی پیش منی

پہنچائے جانے سے لازم نہیں آتا کہ آپ اس کو سنتے ہی نہیں۔ ورنہ ملائکہ بندوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں تو کیا رب کو خبر نہیں۔ درود کی پیشی میں بندوں کی عزت ہے کہ درود پاک کی برکت سے ان کا یہ رتبہ ہوا کہ غلاموں کا نام شہنشاہ انام کی بارگاہ میں آ گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

فقہاء فرماتے ہیں کہ نبی کی توہین کرنے والے کی توبہ قبول نہیں۔ دیکھو شامی باب المرتدین کیونکہ یہ توہین حق العباد ہے جو توبہ سے معاف نہیں ہوتا اگر توہین کی حضور کو خبر نہیں ہوتی تو یہ حق العبد کیونکر بنی۔ غیبت اسی وقت حق العبد بنتی ہے جب اس کی خبر اس کو ہو جاوے جس کی غیبت کی گئی ورنہ حق اللہ رہتی ہے۔ دیکھو شرح فقہ اکبر مصنفہ ملا علی قاری

کتاب جلاء الافہام مصنفہ ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ صفحہ ۳ حدیث نمبر ۱۰۸ میں ہے:

ليس من عبد يصلي على الا بلغني صوته حيث كان قلنا و بعد وفاتك قال و بعد وفاتي o

ترجمہ: یعنی کوئی کہیں سے درود شریف پڑھے مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے۔ یہ دستور بعد وفات بھی رہے گا۔

جلاء الافہام مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیر یہ صفحہ ۱۷۳، انیس الجلیس مصنفہ مولانا جلال الدین سیوطی صفحہ ۲۲۲ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اصحابی و اخوانی صلوا علی فی کل یوم الثنین و الجمعة بعد وفاتی فانی اسمع صلو اتكم بلا واسطة o

ترجمہ: یعنی ہر جمعہ و پیر کو مجھ پر درود زیادہ پڑھو میری وفات کے بعد کیونکہ میں تمہارا درود بلا واسطہ سنتا ہوں۔

اعتراض ۷: فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر o

ترجمہ: جو کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہیں جانتی ہیں وہ کافر ہیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں:

که انبیاء و مرسلین رالوازم الوهیت از علم غیب و شنیدن فریاد هر کس در هر جا و قدرت بجمیع مقدورات ثابت کنند۔

ترجمہ: یعنی نبی اور پیغمبروں کے لئے خدائی صفات جیسے علم غیب اور ہر جگہ سے ہر شخص کی فریاد سننا اور تمام ممکنات پر قدرت ثابت کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے۔ کسی اور میں ماننا صریح کفر ہے۔ بزازیہ فقہ کی معتبر کتاب ہے وہ حکم کفر دے رہی ہے۔

جواب: فتاویٰ بزازیہ کی ظاہر عبارت کے زد میں تو مخالفین بھی آتے ہیں۔ اولاً تو اس لیے کہ ہم امداد السلوک مصنفہ مولوی رشید احمد صاحب کی عبارت پیش کر چکے ہیں۔ جس میں انہوں نے نہایت صفائی سے شیخ کی روح کو

مریدین کے پاس حاضر جاننے کی تعلیم دی ہے۔دوسرے اس لیے کہ بزازیہ کی عبارت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کس جگہ روح کو مشائخ کو حاضر جانے ہر جگہ یا بعض جگہ اس اطلاق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مشائخ کی روح کو ایک جگہ بھی حاضر جانے یا ایک بات کا بھی علم مانے تو کافر ہے۔اب مخالفین بھی ارواح مشائخ کو ان کی قبر یا مقام علیین برزخ وغیرہ جہاں وہ رہتی ہیں۔وہاں تو حاضر مانیں گے ہی۔بس بس کہیں بھی مانا، کفر ہوا۔تیسرے اس لیے کہ ہم اس بحث حاضر و ناظر میں شامی کی عبارت پیش کر چکے ہیں کہ یہ حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔چوتھے یہ کہ ہم اشعۃ اللمعات اور احیاء العلوم بلکہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی کی عبارت بیان کر چکے ہیں۔جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نمازی اپنے قلب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر جان کر السلام علیک ایھا النبی کہے۔اب ان اکابر فقہاء پر بزازیہ کا فتویٰ جاری ہوگا یا نہیں لہٰذا ماننا ہوگا کہ بزازیہ میں جس حاضر و ناظر ماننے کو کفر فرمایا جا رہا ہے، وہ حاضر و ناظر ہونا ہے جو صفت الٰہیہ ہے یعنی ذاتی، قدیم، واجب، بغیر کسی جگہ میں ہوئے کہ ایسا حاضر ہونا رب کی صفت ہے وہ ہر جگہ ہے مگر کسی جگہ میں نہیں۔پہلے سوال کے جواب میں ہم فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ کی عبارت اور براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ کی عبارت نقل کر چکے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ مولوی رشید احمد و خلیل احمد صاحبان بھی اس فتوے میں ہم سے متفق ہیں۔شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت بالکل واضح ہے کہ مشائخ و انبیاء کی قدرت تمام مقدورات الٰہیہ پر اللہ کی طرح ماننا کفر ہے ورنہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب ویکون الرسول علیکم شھیدا (بقرہ:۱۴۳) کے ماتحت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ان کی بحث علم غیب میں اسی آیت مذکورہ کے ماتحت لکھ چکے ہیں۔

اعتراض ۸: اگر حضور حاضر بھی ہیں اور نور بھی تو چاہیے کہ رات میں کبھی اندھیرا نہ ہو مگر ہر جگہ اندھیرا ہوتا ہے لہٰذا یا تو حضور نور نہیں یا نور ہیں مگر ہر جگہ حاضر نہیں۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں: ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔جواب الزامی تو یہ ہے کہ قرآن مجید نور ہے اور ہر گھر میں بھی نیز فرشتے نور بھی ہیں اور ہر انسان کے ساتھ بھی نیز رب تعالیٰ نور بھی ہے اور ہر ایک کے ساتھ بھی مگر پھر بھی رات کو اندھیرا ہوتا ہے لہٰذا یا تو فرشتے قرآن۔خدا تعالیٰ نور نہیں یا حاضر نہیں۔تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ قرآن ،فرشتوں کی نورانیت ایمانی ہے اور نور کو دیکھنے کے لیے دیکھنے والے میں بصیرت کا نور چاہیے بعض مقبول لوگ وہ نور اب بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔

اعتراض ۹: بعض مخالفین جب کوئی راستہ نہیں پاتے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم ابلیس میں ہر جگہ پہنچ جانے کی طاقت

مانتے ہیں۔اسی طرح آصف ابن برخیا اور ملک الموت اور ملائکہ میں یہ طاقت تسلیم کرتے ہیں مگر یہ نہیں مانتے کہ دیگر مخلوق کے کمالات پیغمبروں میں یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جمع ہیں۔مولوی قاسم صاحب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں : کہ رہا عمل اس میں بسا اوقات غیر نبی نبی سے بڑھ جاتے ہیں'' رجوم المذنبین میں مولوی حسین احمد صاحب نے لکھا، کہ دیکھو تخت بلقیس لانے کی طاقت حضرت سلیمان میں نہ تھی اور آصف میں تھی ورنہ آپ خود ہی کیوں نہ لے آتے اسی طرح ہدہد نے کہا کہ احطت بما لم تحط بہٖ o (نمل:۲۲) اے سلیمان! میں وہ بات معلوم کرکے آیا ہوں جس کی خبر آپ کو نہیں'' نیز ہدہد کی آنکھ زمین کے اندر کا پانی دیکھ لیتی ہے اسی لیے وہ حضرت سلیمان کی خدمت میں رہتا تھا کہ جنگل میں زمین کے اندر کا پانی بتائے اور حضرت سلیمان کو اس کی خبر نہ تھی۔معلوم ہوا کہ انبیاء کے علم وطاقت سے غیر نبی بلکہ جانور کا علم وطاقت زیادہ ہوسکتا ہے۔

جواب: غیر نبی میں نبی سے زیادہ یا کسی اور نبی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ کمال ماننا صریح آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے خلاف ہے۔خود مخالفین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی عبارات ہم پیش کر چکے۔یہ نواں اعتراض خود اپنے مذہب کو چھوڑنا ہے۔شفا شریف میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فلاں کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے۔کسی بھی کمال میں کسی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ ماننا کفر ہے۔کوئی غیر نبی نبی سے نہ تو علم میں بڑھ سکتا ہے نہ عمل میں۔اگر کسی کی عمر آٹھ سو سال ہو اور وہ اس تمام، مدت میں عبادت ہی کرے اور کہے کہ میری عبادت تو آٹھ سو سال کی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت کل پچیس برس کی۔لہٰذا عبادت میں حضور ﷺ سے میں بڑھ گیا وہ بے دین ہے۔ان کے ایک سجدے کو جو ثواب ہے وہ ہماری لاکھوں برس کی عبادات سے کہیں بڑھ کر ہے صرف یہ ہوا کہ اسکی محنت زیادہ ہوئی مگر قرب الٰہی درجہ اور ثواب میں نبی سے اس کو کوئی نسبت ہی نہیں۔شان نبی تو بہت بلند وبالا ہے۔مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے کہ میرے صحابی کا تھوڑے جو خیرات کرنا تمہارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے۔شمسون بنی اسرائیل نے ایک ہزار ماہ یعنی ۸۳ سال چار ماہ مسلسل عبادت کی۔مسلمانوں کو اس پر رشک ہوا کہ ہم اس کا درجہ ثواب کیسے پائیں تو آیت کریمہ اتری لیلۃ القدر خیر من الف شھر o (القدر:۳) شب قدر تو ہزار ماہ سے بھی بہتر ہے'' یعنی اے مسلمانوں! تم کو ہم شب قدر دیتے ہیں کہ اس شب میں عبادت بنی اسرائیل کی ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ایک ساعت لاکھوں شب قدر سے افضل ہے۔جس مسجد پاک کے ایک گوشہ میں سید الانبیاء آرام فرما ہیں یعنی مسجد نبوی وہاں

کی ایک رکعت پچاس ہزار کے برابر ثواب رکھتی ہے جن کے قرب میں ہماری عبادات ایسی پھولتی پھلتی ہے تو ان کی عبادت کا کیا پوچھنا ہے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ آصف بن برخیا میں تخت لانے کی طاقت تھی نہ کہ حضرت سلیمان میں، محض بے ہودہ بکواس ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

قال الذی عندہ علم من الکتٰب انا اٰتیک بہٖ قبل ان یرتد الیك طرفك ০ (نمل:۴۰)

ترجمہ: اس نے کہا جس کو کتاب کا علم تھا کہ میں اس تخت بلقیس کو آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے حاضر خدمت کر دوں گا۔

معلوم ہوا کہ آصف کی یہ قدرت علم کتاب کی وجہ سے تھی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کو اسم اعظم یاد تھا جس سے وہ یہ تخت لائے۔ ان کو یہ علم حضرت سلیمان کی برکت سے ملا۔ پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ان میں یہ قدرت ہو اور ان کے استاذ سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نہ ہو۔ رہا یہ کہ پھر آپ خود کیوں نہ لائے، وجہ بالکل ظاہر ہے کہ کام کرنا خدام کا کام ہے نہ کہ سلاطین کا۔ دبدبہ سلطنت چاہتا ہے کہ خدام سے کام لیا جاوے۔ بادشاہ اپنے نوکروں سے پانی منگوا کر پیتا ہے تو کیا خود اس میں پانی لینے کی طاقت نہیں۔ رب العالمین دنیا کے سارے کام فرشتوں سے کراتا ہے کہ بارش برسانا، جان نکالنا، پیٹ میں بچہ بنانا سب ملائکہ کے سپرد ہے تو کیا خدا میں یہ طاقت نہیں ہے۔ کیا فرشتے خدا سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔

تفسیر روح البیان نے پارہ پنجم سورۃ نساء زیر آیت فصیام شھرین متتا بعین ০ (نساء:۹۲) بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان کا آصف کو بلقیسی تخت لانے کا حکم دینا اس لیے تھا کہ آپ نے اپنے درجہ سے اتر نا نہ چاہا یعنی یہ کام خدام کا ہے اسی طرح ہدہد کا قول قرآن نے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں۔ قرآن نے کہاں فرمایا: کہ واقعی آپ کو خبر نہ تھی ہدہد سمجھا کہ شاید اس کی خبر حضرت کو نہ ہوگی یہ کہہ دیا لہٰذا اس سے سند نہیں پکڑی جاسکتی۔

نیز ہدہد نے عرض کیا کہ احطت بمالم تحط بہٖ ০ (نمل:۲۲) میں وہ بات دیکھ کر آیا جو آپ نے نہ دیکھی یعنی اس ملک میں آپ بہ ایں جسم شریف مشاہدہ فرمانے نہ گئے۔ خبر کی نفی نہیں حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب کچھ خبر تھی مگر منشا الٰہی یہ تھا کہ اتنا بڑا کام ہدہد چڑیا کے ذریعہ ہوتا کہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبر کے پاس بیٹھنے والے جانور وہ کام کر دکھاتے ہیں جو دوسرے انسانوں سے نہیں ہوسکتے اگر حضرت سلیمان کو خبر نہ تھی تو آصف بن برخیا بغیر کسی سے

پتا پوچھے یمن کے شہر سبا میں بلقیس کے گھر کیسے پہنچے اور آن کی آن میں تخت کیسے لے آئے؟ معلوم ہوا کہ سارا ملک یمن حضرت آصف کے سامنے تھا تو پھر حضرت سلیمان سے کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باپ کا پتا معلوم تھا۔ مگر وقت سے پہلے اپنی خبر نہ دی تاکہ قحط سالی پڑے اور آپ کی شان دنیا کو معلوم ہو۔ پھر باپ سے ملاقات ہو۔ نیز زمین کے نیچے کا پانی معلوم کرنا ہدہد کی یہ خدمت تھی سلاطین ان کاموں کو آپ نہیں کرتے۔ مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وضو فرمارہے تھے موزے اتار کر رکھ دیے کہ ایک چیل نے جھپٹ کر ایک موزہ اٹھالیا اور اوپر لے جا کر الٹا کرکے پھینک دیا۔ جس میں سے سانپ نکلا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چیل سے دریافت فرمایا کہ تو نے میرا موزہ کیوں اٹھایا عرض کیا کہ جب میں اڑتی ہوئی آپ کے سر مبارک کے مقابل آئی تو آپ کے سر سے آسمان تک وہ نور تھا کہ اس میں آکر مجھ پر زمین کے ساتوں طبقے روشن ہوگئے، اس سے میں نے آپ کے موزے کے اندر سانپ دیکھ لیا تو اس خیال سے اٹھالیا کہ شاید آپ بے توجہی میں اس کو پہن لیں اور آپ کو تکلیف پہنچ جاوے۔ مولانا فرماتے ہیں:

مار در موزہ بہ بینم از ھوا! نیست از من عکس تست اے مصطفی

پھر حضور نے فرمایا:

گرچہ ہر غیبے خدا م را نمود دل دریں لحظہ بحق مشغول بود

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما نے ایک بار عرض کیا کہ یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج بہت تیز بارش آئی اور آپ قبرستان میں تھے آپ کے کپڑے کیوں تر نہ ہوئے فرمایا کہ عائشہ تم نے کیا اوڑھا ہوا ہے؟ عرض کیا کہ آپ کا تہبند شریف۔ فرمایا:

گفت بھر آن نمود اے پاك حبیب چشم پاکت را خدا باران غیب!
نیست ایں باراں ازیں ابر شما ہست باراں دیگر و دیگر سما!

''اے محبوبہ اس تہبند شریف کی برکت سے تمہاری آنکھوں سے غیب کے پردے کھل گئے۔ یہ بارش نور کی تھی نہ کہ پانی کی بارش۔ اس کا بادل اور آسمان ہی دوسرا ہے'' اے عائشہ! یہ کسی کو نظر نہیں آیا کرتی۔ تم نے ہمارے تہبند کی برکت سے اس کو دیکھ لیا۔ ہدہد کی آنکھ کو یہ طاقت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آگ پر پانی ڈالنے کی برکت سے ملی اور حضرت سلیمان کی صحبت سے۔

اعتراض ۱۰: اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو مدینہ پاک حاضر ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب: جب خدا ہر جگہ ہے تو کعبہ جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور پھر معراج میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عرش پر جانے کا کیا فائدہ تھا؟ جناب مدینہ منورہ دارالسلطنت ہے اور خاص تجلی گاہ۔ جیسے کہ برقی طاقت کے لیے پاور ہاؤس بلکہ اولیاء اللہ کی قبور مختلف پاوروں کے قمقمے ہیں۔ ان کی بھی زیارت ضروری ہے۔

اعتراض ۱۱: اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہیں تو تم لوگ نماز کی امامت کیوں کرتے ہو ہر جگہ حضور ہی امام ہونے چاہئیں۔

جواب: کسی آیت یا حدیث میں یہ نہیں کہ حضور کی موجودگی میں کوئی امامت نہیں کر سکتا۔ حضرت صدیق اکبر نے حضور کی حیات شریف میں ۱۷ نمازیں پڑھائیں حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے حضور کی موجودگی میں نماز فجر پڑھائی خود حضور انوار نے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی۔ جناب امامت کے لیے ضروری ہے کہ امام حاضر بھی ہو، نظر بھی آئے، نماز بھی پڑھائے۔ حضور حاضر ہیں اور تمام جہان کو ملاحظہ فرما رہے ہیں مگر وہ تو نظر نہیں آتے۔ ناظر ہیں مگر منظور نہیں۔ نیز اب آپ یہ نماز کسی کو نہیں پڑھاتے کہ یہ نماز اسی عالم کی چیز ہے، حضور دوسرے عالم سے تعلق رکھتے ہیں اور حضور پر اب نماز فرض نہیں ہے فرض والا نفل والے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا۔